

امیر خسرو کے شعر میں ہجر کی راتوں کا ذکر یقیناً ہے، مگر سارا زور عاشقوں کی درازی عمر پر ہے۔ کمال اصفہانی کے شعر میں ”روز ہجراں“ رکھا، حالانکہ مقام کا اقتضا ”شب ہجراں“ تھا۔ پھر تعین کر دیا کہ عاشقوں کی عمر حضرت سے بڑھی ہوئی ہے۔

علاوہ بریں دونوں شعروں میں شعریت جس درجے کی ہے، اس کے متعلق کچھ کہنا غیر ضروری ہے۔ ان دونوں کے برعکس مرزا نے پہلے مصرع میں دو ابہام پیدا کیے، اول یہ کہ ”کب سے ہوں“ دوسرا یہ کہ کیا تباؤں“ اور دنیا کو جہان خراب“ کہا۔ خواہ اس لیے کہ یہ ہے ہی خراب، خواہ اس لیے کہ مرزا کو ہجر و فراق کے مصائب کے باعث یہ جہان سازگار نہ ہوا۔ یہ دو ابہام اس امر کے گواہ ہیں کہ شبائے ہجراں کو حساب میں شامل کر لینے کے بعد، نہ کوئی مدت، فکر کی رسائی میں آتی ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی معین بات زبان پر لائی جاسکتی ہے۔ پھر بہ حیثیت مجموعی شعریت کمال پر پہنچا دی۔

اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ مرزا نے اصل مضمون امیر خسرو اور کمال اصفہانی سے لیا تو اس میں کیا کلام ہے کہ اسے ایسے انداز میں پیش کیا، جو اس کا حق ہے ساتھ ہی واضح ہو گیا کہ امیر خسرو اور کمال اصفہانی اصل مضمون پر پہنچ جانے کے باوجود اس کے بیان کا حق ادا نہ کر سکے۔

۳۔ تشریح : میں محبوب کا انتظار کرتے کرتے سو گیا، لیکن اس شوخ کو میرا سونا پسند نہ آیا۔ چنانچہ خواب میں آیا اور وعدہ کر گیا کہ میں آؤں گا۔ یوں اس کا مقصد یہ تھا کہ اسی انتظار میں میری عمر گزر جائے۔ نہ وہ وعدہ پورا کرے اور نہ مجھے نیند آئے۔

مولانا طباطبائی فرماتے ہیں کہ شعر میں مرزا نے ”وہ“ کا لفظ ترک کیا۔ اس ترک سے یہ لطیف معنی پیدا ہوئے، جیسے ہم سب جانتے ہیں کہ اس کے سوا کسی کا ذکر نہیں کرتے یا یوں سمجھو، جیسے دل سے محبوب کی باتیں کرتے کرتے یہ بات زبان سے نکل گئی اور ضمیر دل ہی میں رہ گئی۔